بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ہمارے ملک کے حکمرانوں کی یہ ریت سی بن گئی ہے کہ دنیائے عمل میں خواہ انہیں اسلام سے کتنی ہی کد ہو لیکن زبان کی حد تک خصوصاً جب انہیں عوام کے جذبات سے کھیلنا مقصود ہو، اسلام کے بڑے شیدائی بنتے ہیں۔ اسلام کی حیثیت اُن کے نزدیک ایک دلفریب نعرے کی سی ہے جسے بلند کر کے وہ عوام میں مقبولیت حاصل کرتے ہیں اور پھر اُنہیں فریب دے کر تختِ اقتدار پر فائز ہوتے ہیں۔ اِس مقدس نام کی برکت سے لوگوں کو بیوقوف بنائے رکھتے ہیں اور جب اُن کی بداعمالیوں اور عوامی احساسات و مفادات کے خلاف اقدامات کی وجہ سے اُن کے اقتدار کا سنگھاسن ڈولنے لگتا ہے تو اسلام کا وظیفہ پڑھ کر اپنے متزلزل اقتدار کو سہارا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسلام اگر محض کلمۂ ورد ہوتا تو ممکن تھا اِن لوگوں کی دین پسندی کا بھرم کافی مدت تک قائم رہتا لیکن چونکہ یہ ایک مخصوص اندازِ فکر اور اسلوبِ حیات کا نام ہے جس کے پرتو زندگی کے ہر گوشے میں دیکھے جا سکتے ہیں، اِس لیے اسلام سے عقیدت و محبت کی حقیقت جلد ہی عوام کے سامنے کھل جاتی ہے۔ وہ حیران ہو کر پوچھتے ہیں اسلام سے محبت کا یہ کونسا انداز ہے کہ دینِ حق کو دل و جان سے چاہنے والوں کی عملی زندگی میں اِس کی کوئی جھلک نظر نہ آتی ہو، بلکہ بغاوت کا رنگ نمایاں ہو اور لوگوں کے معاملات کے نگران ہونے کی حیثیت سے اللہ کا دین اُن پر جو نازک ذمہ داریاں عائد کرتا ہے اُن سے نہ صرف جان بوجھ کر اغماض برتا جائے بلکہ ہر اُس بُرائی کی سرکاری سطح اور قومی ذرائع سے حوصلہ افزائی کی جائے جو اسلام کی عین ضد ہے۔ عوام کے اِس حسرتناک مشاہدے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اُن کے دل میں حکمرانوں کے قول و قرار کا کوئی اعتبار باقی نہیں رہتا اور وہ اِس نہج پہ سوچنے لگتے ہیں کہ اگر یہ لوگ دین جیسی مقدس متاع کے بارے میں، جس پہ اُن کی دنیوی فلاح اور اُخروی کامرانی کا دار و مدار ہے، سنجیدہ نہیں تو اور

کس چیز کے بارے میں مخلص ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ عوام سے اُن کی محبت، اُن کی فلاح و بہبود کے لیے اُن کی فکرمندی اور قوم اور ملک کی بہتری کے لیے اُن کے دعاوی بھی محض فریب کاریاں ہیں جن کے ذریعے وہ پیرِ تسمہ پا بن کر تا دیر اُن کی گردنوں پر مسلط رہنا چاہتے ہیں۔

اسلام نے جس طرح فرد کی اسلام سے محبت کی جانچ کے لیے کچھ پیمانے مقرر کیے ہیں، اسی طرح حکمرانوں کی اسلام سے وابستگی کا اندازہ کرنے کے لیے چند معیارات قائم کیے ہیں، جن کی مدد سے ہر فرد اِس امر کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ مسندِ اقتدار پر فائز لوگوں کا دینِ حق سے تعلّق کس درجہ کا ہے۔ اِن معیارات سے تو سبھی مسلمان، حاکم و محکوم، واقف ہیں۔ اِن صفحات میں ہم انہیں ایک ترتیب کے ساتھ بیان کرتے ہیں تاکہ ملک کے فرمانرواؤں کو یہ معلوم ہو سکے کہ جس اسلام کی خدمت کا وہ صبح و شام ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اُس کا اُن سے کم از کم مطالبہ کیا ہے۔

اسلام مسلمان حکمرانوں سے پہلا مطالبہ یہ کرتا ہے کہ وہ اپنی قلمرو میں نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں اور اُن بھلائیوں کو فروغ دیں جنہیں اسلام پروان چڑھانا چاہتا ہے اور ان بُرائیوں کا استیصال کریں جنہیں اسلام دنیا سے مٹانے کا عزم رکھتا ہے۔ اِس حقیقت کو قرآن مجید نے یوں بیان فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ	(یہ مسلمان) وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار عطا کریں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔

(الحج ۲۲: ۴۱)

اسلام نے مسلم عوام کا اپنے فرمانرواؤں کے ساتھ سمع و طاعت کا تعلّق محولہ بالا فرائض کے ادا کرنے کے ساتھ مشروط کیا ہے۔ ایک مرتبہ نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بُرے حکمرانوں کی چند خصوصیات بیان فرمائیں، اِس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم نے بارگاہِ اقدس میں گذارش کی: کیا ہم اُن کا تختہ نہ اُلٹ دیں! آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں، جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کریں، نہیں جب

تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کریں۔ (مسلم۔ کتاب الامارۃ)

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح روایت کرتی ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر ایسے حکمران ہوں گے جن کے بعض کام اچھے اور بعض بُرے ہوں گے۔ جس نے (بُرے کاموں میں تعاون کرنے) سے انکار کیا وہ بری الذمہ ہوگیا اور جس نے انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھا وہ محفوظ ہوگیا اور جو اُن پر راضی ہوگیا اور (اُن ظالم فرمانرواؤں) کی اطاعت کرنے لگا تو وُہ اُن کے گناہ و وبال میں شریک ہوا۔ اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی: پھر کیا ہم اُن سے جنگ نہ کریں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: نہیں، جب تک وہ نماز پڑھیں، نہیں، جب تک وہ نماز پڑھیں۔ (مسلم)

قرآن وسنّت نے اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بعد ایک مسلمان حاکم پر جو ذمہ داری عائد کی ہے وہ معاشرے میں ظلم و تشدّد کی ہر صُورت کا خاتمہ اور عدل و انصاف کا قیام ہے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو اسلامی ریاست کے اوّلین سربراہ بھی تھے، کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل و انصاف کے قیام کی ان الفاظ میں ہدایت کی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا لا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ (النسا: ۵۸)	(مسلمانو، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

دوسرے مقام پر یوں فرمایا گیا ہے۔

وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (المائدہ: ۴۲)	اور فیصلہ کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

عدل کیا ہے؟ حقدار کو اُس کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کرنا اور جس فرد یا گروہ نے جبر و تشدّد

یا مکر و فریب سے حقدار کو اس کے جائز حق سے محروم کر رکھا ہے اُسے اس کی ظالمانہ کارروائی کی سزا دینا۔ خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارِ خلافت اُٹھاتے ہوئے اپنے پہلے خطبہ میں قیامِ عدل کے بارے میں اپنی اِس نازک ذمّہ داری کو اِس طرح بیان فرمایا:

ایھا الناس فانی قد ولیت علیکم	لوگو! میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں
ولست بخیرکم فان احسنت	تم سے بہتر نہیں ہوں۔ پس اگر میں اچھا کام کروں تو
فاعینونی وان اسأت فقوّمونی۔	میرے ساتھ تعاون کرو اور بُرا کام کروں تو مجھے
الصدق امانۃٌ والکذب خیانۃٌ	راہ راست پر لاؤ۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت
والضعیف منکم قوی عندی حتی	ہے۔ تم میں سے کمزور میرے نزدیک قوی ہے جب تک
اُزیح علتہ والقوی فیکم	میں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اس کا دُکھ دُور نہ کر دوں اور
ضعیف حتی اخذ منہ الحق	تم میں سے قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں
ان شاء اللہ	اللہ کی مرضی سے اُس سے وہ حق نہ لے لوں (جو اُس نے
(البدایہ والنہایہ)	قوت کے بل بوتے پر دبا رکھا ہے)۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عادل حکمران کی جن زوردار الفاظ میں فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کے مقابلے میں ظالم اور خائن حکمران کو جس ذلت آمیز عذاب کی وعید سُنائی ہے اُس سے اِس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ عدل و انصاف اور حق رسی اللہ کی نگاہ میں کس قدر غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے اور ظلم اور ناانصافی کس قدر مذموم کارروائیاں ہیں۔ یوں تو اِس باب میں لاتعداد احادیث ملتی ہیں، لیکن ہم ذیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف چند فرمودات درج کرتے ہیں:

ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں جو شخص سب سے زیادہ محبوب اور جسے اُس ذاتِ برحق کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا وہ امامِ عادل کی ذات ہوگی۔ اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ مبغوض اور سخت ترین سزا کا مستوجب ــــ اور ایک روایت کے مطابق باری تعالیٰ سے سب سے زیادہ دُور ــــ ظالم امام ہوگا۔" (ترمذی)

اِسی ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت ہے کہ نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

کیا تمہیں معلوم ہے کہ قیامت کے روز رب العزت کے سایہ میں کون لوگ سب سے پہلے پناہ لیں گے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: اللہ اور اُس کے رسولؐ ہی سب سے بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا:

یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جب اُن کے سامنے حق پیش کیا جائے تو وہ قبول کر لیں۔ جب اُن کے سامنے دستِ سوال دراز کیا جائے تو وہ بخوشی خرچ کریں اور لوگوں کے درمیان اس طرح انصاف کریں جیسے وہ اپنی جانوں کے ساتھ انصاف کرتے ہیں۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الامارہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بندگانِ خدا میں سے قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ صاحبِ فضیلت عادل اور مشفق امام ہوگا۔ اور روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بدترین شخص ظالم اور سخت گیر امام ہوگا۔

(مشکوٰۃ)

قرآن وسنّت میں عدل کی اصطلاح اپنے وسیع ترین معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ خداوند تعالیٰ کے نزدیک عدل کا منشا اُس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک کسی معاشرے کی پوری فضا اُس کے خیر و برکت سے معمور نہیں ہو جاتی۔ جب تک ہر فرد کا دل، خواہ اُس کا تعلق کسی شعبۂ حیات سے ہو، اس بات پر مطمئن نہ ہو جائے کہ اُسے اُس کے جائز حق سے کوئی بھی محروم نہیں کر سکتا اور جس چیز کا وہ حقدار نہیں وہ اُسے کسی طور بھی میسّر نہیں آسکتی، اُس وقت تک اُس میں خوشدلی کے ساتھ معاشرے کے مطالبات پورے کرنے کی اُمنگ پیدا نہیں ہو سکتی۔ معاشرے کے مختلف طبقات کے اندر توازن و اعتدال پیدا کرنے کے لیے اور اُن کے حقوق کے منصفانہ تعیّن اور تحفّظ کے لیے رعایا کو اس بات کا پورا پورا اطمینان ہونا چاہیے کہ جن افراد کے ہاتھ میں ان کی زمامِ کار ہے وہ انتہائی بے لوث، منصف مزاج، خدا ترس اور زیرک لوگ ہیں اور اُن میں یہ صلاحیّت اور قوّت بھی بدرجۂ اتم موجود ہے کہ ہر ذی رُوح جو اُن کی قلمرو میں آباد ہے اُس کے حقوق کا تحفظ کر سکیں اور اگر کوئی سرپھرا اُنہیں پامال کرنے کی جرأت کرے تو اُسے اِس بے جا جسارت کی عبرتناک سزا بھی دلوا سکیں۔

نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمان حکمرانوں کو اس امر کی بھی تاکید کی ہے کہ وہ عوام کے ساتھ نرمی اور شفقت کا وہ رویّہ اختیار کریں جو ایک نیک نفس باپ اپنی اولاد کے معاملے میں کرتا ہے۔ اُنہیں لوگوں کے لیے دہشت کی قوت بننے کے بجائے رحمت کی نوید بننا چاہیے تاکہ عوام اُن کے زیرِ سایہ آکر اِس طرح آرام اور سکون محسوس کریں جیسے ایک پریشان حال فرزند مشفق باپ کی آغوش میں آکر محسوس کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مسلمان کی اجتماعی اور معاشرتی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ ، وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ، فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ ھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ، وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ۔	خبردار! تم میں سے ہر شخص رعیّت کا نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دِہ ہے۔ حکمران جو عوام کا نگہبان ہے وہ رعیّت کے معاملے میں جواب دِہ ہے۔ اِسی طرح ایک شخص اپنے اہلِ خانہ کا نگران ہے اور وہ اُن کے بارے میں جواب دِہ ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران ہے اور وہ اُن کے متعلق جواب دِہ ہے۔

(مسلم۔ کتاب الامارۃ)

اِس حدیث میں آپؐ نے ایک مسلمان حکمران کو اُس کی نازک ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے اُسے یہ بات بھی ذہن نشین کرائی ہے کہ اُس کا اپنی رعایا کے ساتھ سراپا دلسوزی، ایثار اور خیر خواہی کا تعلّق ہونا چاہیے۔ جس طرح ماں باپ کو ہر وقت اپنی اولاد کی فلاح و بہبود کی فکر دامن گیر رہتی ہے اُسی طرح مسلم حکمران کو اپنی رعایا کی بھلائی کے لیے ہر آن آرزو مند اور ہمت آزما رہنا چاہیے۔

پھر گلہ بانی کے استعارہ میں ایک لطیف نکتہ یہ بھی مضمر ہے کہ گلّہ بان گلّے سے کہیں بڑھ کر اُس کے بارے میں فکر مند ہوتا ہے۔ گلّہ کا کوئی جانور جب اس سے الگ ہو کر کسی غلط سمت میں چل نکلتا ہے تو گلّہ بان مضطرب اور پریشان ہو جاتا ہے اور اُس وقت تک اُسے چین نہیں آتا جب تک وہ اُسے غلط راہ سے ہٹا کر صحیح جگہ پر نہیں لے آتا۔

ایک گلّہ بان دَورِ جدید کے حکمرانوں کی طرح اپنی رعایا کی کمزوریوں سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُسے

تباہی اور بربادی کے راستوں پر نہیں دھکیلتا بلکہ وہ جس لمحہ بھی کسی جانور میں کوئی غلط رُجحان محسوس کرتا ہے تو فوراً اُس کی اصلاح کی تدبیر کرتا ہے۔ اسی طرح جب اُس کے گلّے کو باہر سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو وہ اس کا پوری قوت اور جرأت سے مقابلہ کرتا ہے اور اس معاملہ میں جان کی بازی لگانے میں بھی اُسے کوئی تامّل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیتا ہے کہ جن بھیڑ بکریوں کا اُسے نگران مقرر کیا گیا ہے وہ اُن کی جانوں کو اپنی جان سے عزیز تر سمجھتا ہے۔

حضور سرورِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہ میں رعایا کے ساتھ مسلمان حکمرانوں کے حُسنِ سلوک کی کیا اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل احادیث سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوموسٰی اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم جب کبھی کسی شخص کو ذمّہ داری کا منصب سونپ کر رخصت کرتے تو اُسے یہ نصیحت ضرور فرماتے:

بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا۔ (متفق علیہ)	لوگوں کو خوشخبری دو اور انہیں خوف زدہ نہ کرو۔ انہیں سہولت دو اور انہیں تنگی میں مبتلا نہ کرو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اصحاب امر کے بارے میں اکثر یہ دُعا فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ، فَاشْقُقْ عَلَيْهِ۔ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ، فَارْفُقْ بِهٖ (مسلم)	اے اللہ جو کوئی کسی مُعاملہ میں میری اُمت کا نگران بنا اور اس نے لوگوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا تو بھی اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کر اور جو کوئی کسی معاملہ میں میری اُمّت کا والی بنا اور اُس نے لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا تو بھی اُس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر۔

معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے حکمرانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

کوئی شخص جسے مسلمان رعایا کا نگران مقرر کیا گیا ہو، وہ اگر عوام کے حقوق کے معاملے میں خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل نہ ہونے دے گا۔ (متفق علیہ)

عوام کے حقوق میں خیانت کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ بحیثیت حکمران (باقی بر صفحہ ۴۵)

(بقیہ اشارات) اُس پر جو فرائض عائد ہوتے ہیں انہیں وہ ادا کرنے سے گریز کرے یا عوام جن مراعات کے مستحق ہیں اُنہیں دینے سے انکار کرے یا عوام کو جو حقوق اللہ تعالیٰ نے عطا کیے ہیں اُنہیں مختلف حیلوں، بہانوں یا ظالمانہ ہتھکنڈوں سے سلب کرے، یا معاشرے کے مختلف طبقات میں منافرت پیدا کر کے انہیں ایک دوسرے کے خلاف لڑائے اور اس طرح معاشرے کی اجتماعی قوت کو کمزور کر کے عوام پر اپنی گرفت مضبوط کرے۔

حضرت عمروؓ بن مُرّہ نے ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں نے حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد خود اپنے کانوں سے سُنا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے معاملات کا والی بنائے اور وہ اُن کی احتیاج اور افلاس دُور کرنے سے اعماض برتے تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے روز) اُس کی احتیاج، اُس کی ضرورت اور اُس کے افلاس سے منہ پھیر لے گا۔

ایک مرتبہ ہشامؓ بن حکیم شام کے بازار میں سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے چند افراد کو دھوپ میں کھڑے دیکھا۔ اُنہوں نے جب اس معاملہ کی حقیقت دریافت کی تو انہیں بتایا گیا کہ ان لوگوں نے چونکہ جزیہ ادا نہیں کیا اس لیے انہیں سزا کے طور پر دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہے۔ اس پر ہشام نے کہا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا: اللہ ان لوگوں پر عذاب مسلط کرے گا جو عوام کو عذاب میں مبتلا کرتے ہیں۔ (مسلم کتاب البرّ والصلۃ)

عذاب صرف یہی نہیں کہ عوام سے ٹیکس وصول کرنے میں سختی کی جائے بلکہ اُن پر ناجائز اور کمر توڑ ٹیکس کا بوجھ لادنا بھی عذاب کی بدترین صورت ہے۔ ابو داؤد، احمد اور دارمی نے عقبہؓ بن عامر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا "صاحب مکس" یعنی وہ شخص جو ظلم و جور کے ذریعے لوگوں سے ٹیکس وصول کرتا ہے۔

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو ہم نے عامل مقرر کیا اس کا رزق مقرر کر دیا۔ اس کے بعد جو شخص (اپنے حق سے زیادہ) وصول کرتا ہے وہ خیانت کا مرتکب ہوتا ہے (ابو داؤد)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔

جب میں روانہ ہوا تو کسی کو مجھے آواز دے کر واپس بلانے کے لیے کہا۔ چنانچہ میں پھر حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تمھیں معلوم ہے میں نے تمھیں کس لیے بلایا ہے۔ میں نے تمھیں اس لیے بلوایا ہے کہ تمھیں یہ بات بتا دوں کہ بغیر حق کے کسی سے کوئی چیز نہ لینا۔ اس کے بعد فرمایا: اب تم جا سکتے ہو (ترمذی)

کسی ملک میں ناجائز ٹیکسوں کی بھرمار کا سلسلہ عام طور پر اُس وقت شروع ہوتا ہے جب اقتدار کے تخت پر عیاش لوگ قابض ہو کر دادِ عیش دینا شروع کر دیتے ہیں۔ عوام کے اندر بھی ان محاصل کے خلاف نفرت کے جذبات اُسی صورت میں اُبھرتے ہیں جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ اُن کے خون پسینہ کی کمائی برسرِاقتدار طبقہ اپنی عیاشیوں اور اپنے شاہانہ ٹھاٹھ پر بے دریغ خرچ کر رہا ہے۔ اگر عوام کو اس بات کا یقین ہو کہ اُن کے حکمران اُن سے جو ٹیکس وصول کرتے ہیں انہیں پوری احساسِ ذمہ داری کے ساتھ اُن کی بھلائی پر ہی خرچ کر رہے ہیں تو ان کے بوجھ کو بخوشی برداشت کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم اور محکوم دونوں کی جائز ضروریات کا خود تعین کر دیا ہے تاکہ نہ حاکم لوگوں کی جان جوکھوں کی کمائی کو اپنے تعیشات پر خرچ کریں اور نہ عوام زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم رہیں۔ راعی اور رعیت دونوں کو اپنے اپنے حقوق کا پورا پورا شعور ہو۔ حاکم اگر اپنے جائز حق سے زیادہ کا مطالبہ کریں تو عوام اُن کے اس مطالبہ کو مسترد کر سکیں اور رعایا کو اگر اُن کا صحیح حق نہ مل رہا ہو تو وہ حکمرانوں سے اس کا تقاضا کر سکیں۔

حضرت المستورد بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا۔

> جو شخص ہمارا عامل مقرر ہوا اُس کا یہ حق ہے کہ وہ ایک بیوی حاصل کرے۔ اگر اس کے خادم نہیں تو خادم لے لے۔ اور اس کے پاس رہائش گاہ نہیں تو رہائش گاہ حاصل کر لے اور جس نے اس کے علاوہ کچھ حاصل کیا وہ خائن ہے۔ (ابوداؤد)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جس زہد، تقویٰ اور احساسِ ذمہ داری کے ساتھ خلافت کی گراں بار ذمہ داریوں کو سنبھالا اُس سے تاریخ کے صفحات مزین ہیں۔ وہ نہ صرف خود عوام کے حقوق کے معاملے میں غیر معمولی حسّاس تھے بلکہ اپنے عاملوں کی بھی اسی نہج پر تربیت کرنے کے لیے فکرمند رہتے تھے۔ چنانچہ جس وقت کسی شخص کو کسی علاقے کا نگران بنا کر بھیجتے تو اُس پر یہ شرائط عائد کرتے:

تم کسی بیش قیمت گھوڑے پر سواری کرنے سے اجتناب کرو گے، نہ تو تم میدہ کی روٹی کھاؤ گے اور نہ باریک لباس زیب تن کرو گے اور ضرورت مندوں پر اپنے دروازے بند نہ کرو گے۔ اگر تم نے ان میں سے کوئی ایک چیز بھی کی تو تم نے دنیا اور آخرت کے عذاب کو دعوت دی۔ (البیہقی، شعب الایمان)

یہ تو ہیں مسلمان حکمرانوں کی وہ ضروریات جنھیں اسلام نے ان کے جائز حقوق کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے اور جن کا فراہم کرنا اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دینِ حق نے مسلمان فرماں رواؤں پر بھی یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ عوام کی جائز معاشی ضروریات کا پورا پورا خیال رکھیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن شماسہ سے روایت ہے:

میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کچھ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوا تو آپؓ نے فرمایا: تو کس علاقے سے تعلق رکھتا ہے، تو میں نے عرض کیا، مصر سے۔ اس پر آپؓ نے دریافت فرمایا تمہارے حاکم کا کیا حال ہے اس لڑائی میں (یعنی محمد بن ابی بکر کا جنھیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قیسؓ بن سعد کو معزول کرکے مصر کا حاکم بنایا تھا) میں نے عرض کی: ہم نے ان میں کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھی۔ ہم میں سے اگر کسی شخص کا اونٹ مر جاتا ہے تو وہ اس کی جگہ اونٹ دے دیتے ہیں۔ اگر اسے کھانے پینے کی احتیاج ہو تو وہ اس کی یہ احتیاج پوری کر دیتے ہیں (مسلم)

اس ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مکتوب جسے اسلام کے اصول حکمرانی کا مغز کہا جا سکتا ہے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

حضرت ابوعثمان سے روایت ہے کہ خلیفۂ دوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم کو آذربیجان میں یہ خط بطور ہدایت تحریر کیا:

عُتبہ بن فرقد!

جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا کمایا ہوا ہے اور نہ تیرے باپ کی محنت کا نتیجہ ہے اور نہ تیری ماں کی مشقت کا ثمرہ۔ اس لیے اسے مسلمانوں کی حاجت برآری کے لیے ان کے ٹھکانوں پر جا کر فیاضی سے خرچ کر (یعنی ان کے دستِ سوال دراز کیے بغیر) ان کی احتیاجات پوری کر۔ عیش و عشرت کی زندگی، اور اہل شرک کے ٹھاٹھ باٹھ سے بچو، ریشمی لباس زیب تن کرنے سے سخت پرہیز کرو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم، کتاب اللباس والزینۃ)

اب ایک نظر مسلمان حکمرانوں کو اسلام نے جو مراعات دی ہیں اور رعایا کے معاملے میں انہیں جن فرائض کا پابند کیا گیا ہے انہیں ملاحظہ فرمائیں اور پھر یہ دیکھیں کہ دَورِ جدید میں اسلام کے علمبردار فرمانروا مراعات، بلکہ ناجائز مراعات کے حصول میں کس قدر حریص ہیں اور اپنے فرائض ادا کرنے میں کس قدر مجرمانہ تغافل سے کام لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حاکم و محکوم کے مابین محبت اور اخوت کے رشتے استوار ہونے کے بجائے نفرت اور حقارت کے جذبات پرورش پاتے رہتے ہیں اور تعاون کے بجائے باہم تصادم کی صورتیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے حکمرانوں اور بُرے حکمرانوں کی بعض واضح نشانیاں بتائی ہیں۔ حضرت عوف بن مالک الاشجعی سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا:

خیار ائمتکم الذین تحبونہم ویحبونکم، وتصلون علیہم ویصلون علیکم۔ وشرار ائمتکم الذین تبغضونہم، ویبغضونکم وتلعنونہم ویلعنونکم۔ (مسلم۔ کتاب الامارۃ)	تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم اُن کے حق میں دُعا کرو اور وہ تمہارے حق میں دعا کریں۔ اور تمہارے بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں۔ تم اُن پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔

اچھے اور بُرے حکمرانوں کی دوسری نشانی یہ ہے کہ خیر اور بھلائی کے طالب حکمران اپنے مشیر خدا ترس لوگوں میں سے منتخب کر کے ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں جب کہ بُرائی کے رسیا اور اسے فروغ دینے کے خواہشمند اصحابِ اقتدار اپنی مشاورت کے لیے معاشرے کے بدترین لوگ چُنتے ہیں اور ان کے غلط مشوروں پر چل کر خود بھی برباد ہوتے ہیں اور قوم کو بھی ہلاکت کی راہ پر ڈالتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

> جب اللہ تعالیٰ کسی حکمران کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے حق پرست اور حق گو مشیر فراہم کر دیتا ہے جو اگر (امیر اپنے فرائض سے غافل ہو جائے تو) اُسے یاد دلاتے ہیں اور جب انہیں یاد آجائیں تو ان کے سرانجام دینے میں اس کی عملی معاونت کرتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس کے برعکس کوئی ارادہ کرتا ہے تو (برائی کے علمبردار حکمران کے لیے) بُرے مشیر فراہم کرتا ہے جو (حکمران کی غفلت پر) اسے متنبہ نہیں کرتے اور اگر حکمران کو (اپنی ذمہ داریوں) کا کچھ احساس ہونے لگے تو وہ اس کی معاونت کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں (ابوداؤد، نسائی)